Fikr-o-Nasar (Islamabad) 28:3 (1991) © rasailojaraid.com

تاریخ طب میں عربوں اور مسلمانوں کا مقام

ڈاکٹر فواد سیزگین
ترجمہ : ڈاکٹر خورشید رضوی

ڈاکٹر فواد سیزگین کے ابتدائی سات خطبات کا ترجمہ قارئین ,,فکرونظر ،، کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے۔ (دیکھئے جلد ۲۴ ، شمارہ ۱ ، ۲ ، جلد ۲۶ ، شمارہ ، ۱ ، ۲، ۴ ، جلد ۲۷ ، شمارہ ۳ اور جلد ۲۸ ، شمارہ ، ۱) ۔ دوسرے ایڈیشن میں جن چھ خطبات کا اضافہ کیا گیا تھا یہ آٹھواں خطبہ ان میں سے پہلا ہے۔ متن ترجمہ میں ، حسب سابق ، کھڑے بریکٹ میں اضافے مترجم کی جانب سے ہیں ۔ مصنّف کے فراہم کردہ حواشی کو آخر میں یکجا کر دیا گیا ہے اور ان میں جہاں جہاں مترجم نے اضافہ کیا ہے قوسین میں وضاحت کر دی گئی ہے۔

(ادارہ)

غالباً نادرست نہ ہو گا اگر ہم کہیں کہ تاریخ طب تاریخ علوم کا سب سے پرانا شعبہ ہے۔ چونکہ قدماء اور متأخرین سب یہ بات کہتے چلے آئے ہیں لہذا یہ ایک امر معروف ہے۔ تاہم تاریخ طب کی محض قدامت اس مفروضے کی صحت کی ضامن نہیں کہ تاریخ علوم میں یہ شعبہ صحت و انصاف کے بھی قریب تر رہا ہے۔ بلکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس کی قدامت ، حقیقت سے اور بھی انحراف نیز اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شعبے میں پیدا ہونے والی غلطیوں کوتاہیوں اور تعصّبات کی تصحیح میں مشکلات کا باعث بنی ہے۔

تین اصول ایسے ہیں جو آغاز ہی سے تاریخ طب کو بنیادی رنگ فراہم کرتے چلے آ رہے ہیں اور ان کے اثرات ہم آج تک محسوس کرتے ہیں وہ یہ ہیں :

۱ ۔ دریافت میں اوّلیت کا اصول جسے یونانیوں نے πρωτὴς εὑρετής کا نام دیا۔

۲ ۔ غلط تاریخ ، خواہ سہواً ہو یا ازروئے تعصّب۔

۳ ۔ اسلاف سے نادرست احکام اخذ کرنا اور پھر اُن کی تکرار۔

پہلی صدی عیسوی میں یونانیوں کے ہاں آغاز سے ، نیز یورپ میں چودھویں صدی عیسوی سے لے کر سترھویں صدی کے اواخر تک، تاریخ طب کا یہی حال رہا ہے۔

علم طب کو تمام اقوام کی مشترک میراث تصور کرتے ہوئے اس کے ارتقاء سے متعلق اوّلین حقیقت پسندانہ اور بےلاگ موقف ساتویں صدی ہجری کے ابن ابی اصیبعہ کی ,,کتاب عیون الانباء فی طبقات الاطباء ،، کی صورت میں ملتا ہے کہ اسی نے طب کے ماضی کا بنی نوع انسان کی عمومی تاریخ کے تناظر میں جائزہ لیا اور وضاحت سے کہا کہ طب وہ میراث ہے جو کل بنی آدم کی مطلوب و مقصود ہے اور ہر قوم کا اس میں حصہ ہے۔ (۱)

طب کی عمومی تاریخ میں مسلمانوں اور عربوں کا اس میراث میں جو حصہ طے کیا گیا ہے اسے قرین صواب و انصاف تصور نہیں کیا جا سکتا آج کی گفتگو میں اس سے زیادہ کچھ ممکن نہ ہو گا کہ ماضی میں مسلمانوں نے علم طب کے میدان میں جس قدر رسائی حاصل کی اس میں سے چند امور کی طرف اشارہ کر دیا جائے ۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ایک تاثر ضرور مل سکے گا کہ مسلمانوں نے جس طرح دیگر سب علوم میں اپنا کردار ادا کیا اسی طرح اس میدان میں بھی ان کا کردار اهم رہا ۔

اس خطبے میں میری کوشش یہ ہو گی کہ پہلے ان کے بنیادی کام سامنے لاؤں اور پھر ان کے انجام دیئے ہوئے عمومی کاموں کی مثالیں پیش کروں جن کی فروع بہت وسیع ہیں ۔

مسلمانوں نے جب دیگر اقوام کے طبّی سرمایۂ علمی کو اخذ کرنا شروع کیا تو ابتدائی طور پر یہ صرف دو شعبوں تک محدود تھا : دوا سازی اور وہ عملی طب جو بحیرہ روم کے طاس کی حدود میں مہذب حلقوں میں رائج تھی کیونکہ اسلام کی آمد سے قبل نظری طب عمومی طور پر اپنا مقام کھو چکی تھی خصوصاً لاطینیوں کے ہاں ۔ اور یہ نتیجہ تھا عوامی اور اساطیری طب کے غالب آ جانے کا ۔

اس اعتبار سے ہمیں نظری طب کے احیاء کو قرون وسطیٰ کی تاریخ طب کا سب سے اہم مظہر تصور کرنا ہو گا ۔ کیونکہ نظری طب کا احیاء ۔ جو ایک طرف جالینوس کی کتابوں میں اور دوسری طرف بقراطی طریق علاج کو اپنانے کی صورت میں (جس کی اساس اس امر پر تھی کہ مریض کے بستر کے پہلو میں بیٹھ کر اس کا مشاہدہ کیا جائے) ، نقطۂ عروج کو پہنچا ۔ میری رائے میں بذات خود ، تاریخ طب میں مسلمانوں کے لئے ایک باعزت مقام کے اعتراف کے لئے کافی تھاخواہ ان کا کام صرف اسی [احیاء کے] مظہر تک محدود ہوتا ۔ تاہم منصّۂ تاریخ پر جلوہ گر ہونے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد کسی قوم کے ہاں ایسے مظہر کا وجود ہی یہ بشارت دینے کے لئے کافی ہے کہ اگر وہ قوم فوری طور پر بعض تاریخی حوادث کا شکار نہ ہو گئی تو اس میدان میں اور بہت سے اہم نتائج بھی ظاہر ہو کر رہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گرے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میدان کی اہم ترین کامیابی جسے مسلمانوں کے حق میں ریکارڈ پر آنا چاہئیے یہ ہے کہ وہ طب کے نظری اور عملی دونوں پہلوؤں کی شناخت کر سکے اور بہت جلد انھوں نے دونوں کے درمیان توازن کا ایک عنصر مقرر کر لیا اور پھر اس اصول کو تسلسل کے ساتھ آگے بڑھایا ۔

اس ضمن میں دوسری صدی ھجری کے اواخر کے ایک عرب طبیب کا یہ قول لائق توجّہ ہے :

,, دوا اسی وقت ممکن ہے جب مرض کو سمجھ لیا جائے ۔ مرض کی نشاندھی وہ اولین سبب مطلوب ہے ، جس کے حصول سے منتہائے مقصود یعنی شفائے امراض کا حصول ممکن ہوتا ہے اور یہی فن طب کی غرض و غایت ہے ۔ اگرچہ طب ان فنون میں سے ہے جو علم کے ساتھ ساتھ عملی پہلو پر بھی مشتمل ہے ۔ اور جب کوئی فن ان دونوں پہلوؤں ۔ یعنی علمی و عملی پہلو ۔ پر مشتمل ہو تو لازم ہے کہ علمی پہلو عملی پہلو پر مقدّم ہو کیونکہ علم کے بغیر عمل ممکن نہیں ،، (۲)

یہ اہم اصول جو صرف طب تک محدود نہیں بلکہ دیگر علوم کو بھی محیط ہے تسلسل کے ساتھ نشوونما پاتا رہا اور ,,نظریہ اور تجربہ ،، کی ارتقاء پذیر اصطلاحات کے تحت علم طب کا ایک اساسی رکن بن گیا ۔ (۳)

اکثر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ عرب اطباء ، اہل یونان کے سعادت مند شاگردوں سے زیادہ کچھ نہ تھے نیز یہ کہ یونانی اطبا کے رسوخ سے آزاد ہونا یا ان پر تنقید کی جسارت کرنا ان کے لئے ممکن نہ ہو سکا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس طرح کا حکم جو بار بار لگایا جاتا ہے نہ صرف اس امر کی دلیل ہے کہ ان کا جو تحریری سرمایہ ہم تک پہنچا ہے اس کا تتبّع نہیں کیا گیا بلکہ ایک اہم اصول سے ناواقفیت کا بھی پتہ دیتا ہے جو تاریخ علوم میں بحثیت عمومی مسلمان اور عرب علماء کی وساطت سے متعارف ہوا ۔ یہ تنقید میں اخلاقی رویے کا اصول ہے ۔ مراد یہ ہے کہ ارتقائے علوم کا واضح تصور رکھنے کے سبب وہ لوگ تنقید میں انصاف ، راست بازی اور احتیاط کے پابند رہے ۔

رہا تنقید کا وہ پہلو جو قدماء کی فروگزاشتوں کی تصحیح سے عبارت ہے سو وہ مسلمان علماء کے ہاں ، مختلف میدانوں میں ، دوسری صدی ھجری ھی سے نظر آتا ہے ۔ یہاں میں طب کے میدان میں بعض مثالوں کی طرف اشارہ کروں گا ۔ ایک مثال وہ[تبصرہ] ہے جو دواؤں کی قوتوں کے سلسلے میں جالینوس کی مقرر کردہ ترتیب سے متعلق جابر بن حیان کے ہاں ملتا ہے ۔

چنانچہ جابر نے کہا ہے کہ جالینوس کے ہاں دواؤں کی قوتوں کی ترتیب نامعتبر ہے ۔ کیونکہ اس نے فقط حس پر بھروسہ کیا ہے جبکہ کیفیت غالبہ یا کمترین قوت کی تعیین محض احساس کے ذریعے ممکن نہیں ۔ خواہ تمام اعضائے حس اس سلسلے میں یکجا ھی کیوں نہ ھو جائیں ۔ دواؤں کی قوتوں اور اثرات کو دقیق ریاضیاتی سطح پر ضبط میں لانا ضروری ہے ۔ (۴) مسلمانوں کی علمی تاریخ کے اس ابتدائی دور میں جالینوس اور دیگر علماء پر جابر بن حیان کی تنقید (۵) بعض اوقات ایسی شدت بھی اختیار کر جاتی ہے جس سے متأخرین نے پرہیز کیا ۔ جابر کے بعض اقوال یہ ھیں :

,,اور جالینوس نے اس سلسلے میں سخت غلطی کی ہے ،،

,,یہ سخت اور زبردست ناواقفیت کی بات ہے جیسا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جالینوس نے اپنی کتاب ,,منافع الاعضاء ،، میں بیان کیا ہے ،،
,,جالینوس نے مسئلہ نفس پر ایسی ھی رائے کا اطلاق کیا ہے ۔ وہ التباس و تخلیط کا شکار ہے اور نہیں سمجھ سکا کہ اس سلسلے میں کیا کہا جائے ۔ ،،
,,جالینوس نے اس مقام پر وہ غلطی کی ہے جو ضرب المثل بن گئی ہے ،، (٦)

تقریباً ایک صدی بعد ہم دیکھتے ھیں کہ اسلوب تنقید نے ایک کامل ، پختہ اور معتدل صورت اختیار کر لی ہے اور مسلمانوں نے متعدد ایسی کتابیں تالیف کر لی ھیں جن کا عنوان ھی فلاں یا فلاں پر ,,شکوک،، ہے ۔ مثلاً الرازی کی ,,کتاب الشکوک ،، میں ہم جالینوس کے متعلق اس کا موقف دیکھ سکتے ھیں ۔ رازی طب کو ایک فلسفیانہ علم کی حیثیت دیتا ہے جس میں ۔ بالخصوص اساتذہ کی جانب سے ۔ محض اٹکل سے ٹامک ٹوئیاں مارنے کی گنجائش نہیں ہے ۔ اور اخلاقی و فلسفیانہ آداب کا تقاضا یہ ہے کہ اساتذہ کے احترام کے ساتھ ساتھ ان کے نظریات پر شک کا موقف بھی اختیار کیا جائے ۔ رازی ارسطو سے منسوب اُس قول سے استشہاد بھی کرتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ھمیں افلاطون اور حقیقت دونوں عزیز ھیں لیکن جہاں دونوں میں اختلاف پایا جائے وھاں حقیقت ھمیں عزیز تر ہے ۔ رازی کہتا ہے کہ جہاں تک جالینوس کی غلطیوں کا تعلق ہے ، ممکن ہے کہ ان میں سے بعض بے احتیاطی یا بھول چوک یا ظن و تخمین کے سبب سے ہوں ۔ لیکن کچھ باتیں ایسی ھیں جنہیں قانون ارتقائے علوم کے باعث قبول نہیں کیا جا سکتا ۔ اور جو شخص کسی نئی شے کا اضافہ کر سکتا ہے وھی اسلاف کی علمی رسائی سے مکمل واقفیت رکھتا ہے ۔ (٧) اس سلسلے میں بہترین بات علی بن العبّاس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المجوسی نے اپنی کتاب ,,کامل الصناعة ،، کے مقدمه میں کھی ہے جو اس کے هاں قانون ارتقاء کے واضح تصور نیز ان توقعات سے متعلق ایک تاثر مہیا کرتی ہے جو اساتذہ سے وابستہ کی جانی چاهئیں ۔ وہ بقراط اور جالینوس پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ بقراط کی کتابیں ابہام کی حد تک مختصر ھیں اور جالینوس کی کتابوں میں اس کے برعکس طول کلام اور بہت زیادہ تکرار ہے ۔ بعد کے یونانیوں مثلاً اریباسیوس [Oribasius/Oriebasius] اور باولس [Paulus](8) کی کتب میں بہت کچھ نقص و خلل ملتا ہے ۔ رهیں رازی کی کتابیں جو اپنے زمانے کا سب سے بڑا طبیب تھا وہ بھی اپنی کتاب ,,الحاوی ،، میں تکرار سے دامن نہیں بچا سکا ۔ یہ کتاب بحیثیت مجموعی عملی طب سے متعلق ہے اور جمع و تالیف سے عبارت ہے جس میں بسا اوقات ربط کا فقدان ہے ۔ الغرض علی بن العباس کی رائے میں کوئی بھی کتاب ایسی نہیں ملتی جسے کامل کہہ سکیں اور اپنے دور تک اسے کہیں مناسب علمی طریق کار نظر نہیں آیا ۔

ان کے ھاں (۹) عمل ارتقاء کے شعور ، علم طب پر ان کے مسلسل کام ، اور اس کام میں صدیوں تک اطباء کی ایک بڑی تعداد کی شرکت کا یہ نتیجه نکلا که انہوں نے کئی بار علم طب کا تعارف پیش کیا ، اس کے مختلف شعبوں کی درجه بندی کی اور ایسی حوالے کی کتابیں تالیف کیں جو اسلاف کی کتب سے بہتر تھیں ۔ یہاں ان قدرتی نتائج کی طرف بھی ایک اشارہ مناسب ھو گا جو انہوں نے اس میدان میں حاصل کئے مثلاً مکمل اور باقاعدہ شفاخانوں نیز فن دوا سازی کی تنظیمات کی تشکیل و ترویج جن کی تفصیل میں میں نہیں جانا چاھوں گا ۔ اس وقت میں مسلمان اور عرب اطباء کے چند ایسے کارنامے پیش کرنا چاھوں گا جو تحقیق سے ثابت ھو چکے ھیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری اقوام کے ہاں جو کچھ علم طب موجود تھا اسے اخذ کرنے کا عمل مسلمانوں کے ہاں پہلی صدی ھجری میں شروع ھوا ۔ ان کے اولین ترجمے طب عملی اور دواسازی سے متعلق تھے ۔ دوسری صدی ھجری کے اواسط میں انہوں نے اھم طبی کتب مثلاً بقراط اور جالینوس وغیرہ کی کتابوں کا ترجمہ شروع کیا ۔ عرب اطباء کی کتابوں کے مطالعے نیز دیگر مآخذ کی معلومات سے یہ تاثر ملتا ہے کہ دیگر اقوام کے علم طب سے اخذ و اکتساب کا عمل تیسری صدی ھجری کے وسط تک مکمل ھو چکا تھا ۔ اب ھمارے لئے یہ جاننا ممکن نہیں کہ اس دور میں عرب اطباء کو کس حد تک یہ احساس تھا کہ وہ اپنے یونانی اساتذہ کے بعد طب نظری میں کوئی نئی چیز پیش کرنے پر قادر ھیں ۔ غالباً اس زمانے میں اس میدان میں ان کی تمام تر کوششیں قدماء کی کتابوں کی ترتیب و تلخیص ، تنظیم اور انہیں بہتر انداز میں پیش کرنے تک محدود تھیں ۔ حنین بن اسحاق کی کتابیں اس عمل کی بہترین مثال تصور کی جاتی ھیں ۔

آج نظری طب کے میدان میں مسلمانوں کے جو اھم ترین اور واضح ترین اضافے ھمارے علم میں ھیں ، جن سے یہ بھی معلوم ھوتا ہے کہ عرب اطباء تازہ کار اور تعمیری کردار رکھنے والے تھے ، وہ آنکھوں کے علاج سے متعلق ھیں ۔

اس میدان میں دو تصورات جن کی بڑی اھمیت ہے ابوبکر رازی (وفات تقریباً ۳۰۰ ھجری) کے ہاں ملتے ھیں ۔ رازی پہلا طبیب تھا جس نے یہ رائے قائم کی کہ آنکھ کی پتلی اس میں داخل ھونے والی روشنی کی نسبت سے سکڑتی اور پھیلتی ہے ۔ اس سے بھی اھم اس کی یہ دریافت تھی کہ دیکھنے کا عمل کسی شعاع کے آنکھ سے نکل کر دیکھی جانے والی چیز کی طرف جانے کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اصل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صورت حال اس کے عین برعکس ہے کیونکہ شعاع اس چیز سے آنکھ کی طرف آتی ہے۔ یہاں وہ اقلیدس [Euclid] کو رد کر رہا ہے (۱۰) طب کے میدان میں بصارت کے مسئلے پر آخری تصحیح جس میں جالینوس کے خیالات کو رد کیا گیا ، ابن سینا کے ہاں سامنے آئی ۔ تاہم وہ شخص جس نے بصارت کی ان جدید توضیحات کا فیزیائی سطح پر ثبوت فراہم کیا ، پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں ، ابن الہیثم تھا۔

بینائی کے مسئلے کو سلجھانے کے ضمن میں مسلمانوں کے ہاں اس کے بعد جو پیش رفت ہوئی وہ بہت دور رس تھی ۔ خصوصاً ساتویں صدی ہجری میں کمال الدین الفارسی کے ہاں کیونکہ یہ شخص بینائی کے مسائل حل کرتے ہوئے بعض ایسے نتائج تک پہنچ گیا جن تک رسائی کہیں انیسویں صدی عیسوی میں آ کر ہوئی ہے۔

تاریخ طب پر بعض کام کرنے والے جو حقیقی تاریخی ادراک سے محروم ہیں ، تاریخ پر روایتی زاویہ نگاہ سے حکم لگاتے ہوئے ، عربوں کو یونانیوں کی تقلید کا الزام دیتے ہیں اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ عرب اطباء نے چار اخلاط پر قائم پیتھالوجی کے اصول کو برقرار رکھا ۔ یعنی سودا صفرا ، بلغم ، خون کی ہم آہنگی اور امتزاج ۔ یہ درست ہے کہ عرب اطباء نے یہ بقراطی نظام اخذ کیا اور اس پر قائم رہے لیکن ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہئیے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب ان اطباء نے بہت سے امراض کی خصوصی توجیہات تک رسائی حاصل کر لی تو عملاً اس نظام کی اہمیت ختم ہو گئی ۔ یہاں میں اس کے شواہد کے طور پر چند حقائق پیش کرتا ہوں۔ ابو الحسن الطبری نے چوتھی صدی ہجری میں یہ دریافت کیا کہ خارش کا سبب خارش کا کیڑا ہوتا ہے۔ رازی چھوت سے لگنے والے فحمی بخار : ,,ایرانی بخار،، (؟) سے واقف تھا اور اس نے اس ,,دود مدنی ،، (؟) کی مکمل طور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر نشان دھی کی ہے جو جلد کی داخلی بافت پر قابض ہو جاتا ہے (۱۱) ابن سینا کا قول تھا کہ مقامی سرطان ، جملہ اعضاء پر مسلط ہونے والے عام سرطان کا پتہ دیتا ہے۔ اس کی رائے تھی کہ تپ دق متعدی مرض ہے اور ممکن ہے کہ سورج کی شعاعیں تپ دق کے مریض کے لئے نقصان دہ ہوں۔ سوزش دماغ کے ضمن میں اس کا خاص نظریہ نہایت اہم تصور کیا جاتا ہے کیونکہ وہ پوری صحت و وضاحت کے ساتھ سوزش دماغ کو سمجھتا ہے نیز اس میں اور دیگر سوزشوں میں فرق کرتا ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں ابوالقاسم الزہراوی کے ہاں ہمیں دموی امراض کا ایک مفصّل بیان ملتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جوڑوں کی سوزش اور ریڑھ کی ھڈی کی دق پر بھی توجّہ دیتا ہے۔

آئندہ صدی یعنی پانچویں صدی ہجری میں ہم دیکھتے ہیں کہ عبدالملک ابن زہر وضاحت کے ساتھ ان اورام سے واقفیت رکھتا ہے جو سینے کو تقسیم کرنے والے پردے (۱۲) کو لاحق ہوتے ہیں اسی طرح غلاف قلب کے اورام [Pericarditis] (۱۳) سے بھی اسے واقفیت ہے۔ ابن زہر پہلا طبیب تھا جس نے غذا کی نالی [Gullet] کے مفلوج ہو جانے کی صورت میں سانس کی نالی کو کھولنے نیز غذا کی نالی یا مبرز [Rectum] کی راہ سے مصنوعی طور پر غذا رسانی کی تجویز پیش کی۔ وہ بہت سے اور امراض کی بھی بڑی وضاحت سے نشان دھی کرتا ہے جن میں معدے کا سرطان بھی شامل ہے۔ (۱۴)

شاید پیتھالوجی یعنی علم اسباب الامراض میں سب سے اعلی مرحلہ جس تک عربوں نے رسائی حاصل کی چھوت کا قانون دریافت کرنے کا مرحلہ تھا ۔ اس ضمن میں لسان الدین ابن الخطیب (المتوفی ٧٧٦ھ) اپنی کتاب ,,مقنعة السائل عن المرض الهائل،، (۱۵) میں کہتا ہے :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

,,سو اگر کہا جائے کہ ہم چھوت کے دعوے کو کیونکر تسلیم کر لیں جبکہ شرع میں اس کی نفی آئی ہے تو ہم کہیں گے کہ چھوت کا وجود تجربہ ، استقراء ، حِس ، مشاہدہ اور مسلسل اطلاعات سے ثابت ہے اور ان سب پر اس دلیل کی بنیاد ہے۔جو کوئی اس مسئلے پر غور کرتا ہے یا اسے اس کا ادراک حاصل ہے اس سے مخفی نہیں رہتا کہ جو بھی اس مرض کے مریض سے براہ راست رابطہ رکھتا ہے اکثر و بیشتر ہلاک ہو جاتا ہے اور جو نہیں رکھتا وہ بچ جاتا ہے اسی طرح کسی کپڑے یا برتن کے سبب سے پورے گھر یا محلے میں مرض پھیل جاتا ہے حتی کہ کان کی بالی جس نے پہن لی اس نے اسے ختم کر دیا اور پورے گھر کا صفایا کر دیا اِسی طرح یہ کہ مرض کسی شہر کے ایک گھر میں پیدا ہوتا ہے اور پھر اکا دکا ملنے جلنے والوں اور پھر ان کے پڑوسیوں میں پھیل جاتا ہے ... (١٦)

ایسا ہی تاثر اس کے معاصر احمد بن علی بن خاتمہ نے قائم کیا۔ ابن الخطیب اس بات سے بھی واقف تھا کہ چھوت کے اثر نیز اس کی تیزی کا درجہ جسم انسانی کے احوال پر منحصر ہے۔

غلط نہ ہو گا اگر ہم یہ کہیں کہ چھوت کے اس قانون کی دریافت مسلمانوں کے ہاں عملاً اس یونانی پیتھالوجی کے مکمل زوال سے عبارت تھی جس کا انحصار تصور اخلاط پر تھا۔ K. Sudhoff نے یورپ میں وباء و طاعون کے مظاہر پر تحقیق کر کے جب یہ وضاحت کی کہ چھوت کا تصور یورپ میں چودھویں صدی عیسوی سے پھیلنا شروع ہوا تو بیسویں صدی کے اوائل سے مورّخین علمِ طب چھوت کے قانون کی دریافت کو تاریخ طب کا ایک اہم مرحلہ تصور کرنے لگے۔ یہاں اس بات پر حیرت نہ کرنی چاہئیے کہ تاریخ طب کا ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مؤرخ (۱۷) ۱۹۲۴ء میں اس موضوع کو پیش کرتے ہوئے اس بات سے کیونکر ناواقف ہے کہ مستشرق M. Müller نے ابن الخطیب کی کتاب کا ترجمہ کر کے ۱۸۶۳ ء میں شائع کر دیا تھا ۔ نیز یہ کہ یوروپین اطباء نے بلاشبہ یہ تصور اپنے عرب اساتذہ سے اخذ کیا جیسا کہ اور بہت سے افکار اور معلومات کا حال ہے۔

اگر ہم چند الفاظ میں مسلمان اور عرب اطباء کے ہاں تشریح الاعضاء کے موضوع کا جائزہ لینا چاہیں تو ہمیں سب سے پہلے اس غلط رائے کا ذکر کرنا ہو گا جس کی رو سے اسلام نے انسانی بدن کی چیر پھاڑ کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اور اس میدان میں مسلمان علماء نے جو کچھ پیش کیا وہ دیگر اقوام کے پیش روؤں سے ماخوذ تھا ، خود انھوں نے اس سلسلے میں کوئی نئی چیز پیش نہیں کی ۔ کئی ایک محقّقوں نے اس پُرانے موقف کا جو علم طب کے اکثر مورخین کے ہاں ملتا ہے ، جواب دیا ہے اور علم التشریح پر رازی ، علی بن العباس المجوسی ، اور ابن سینا وغیرہ کی تحریروں کی طرف بطور خاص اشارہ کیا ہے۔

معاصر محققین میں سے H. Shipperges کو ہی لیجئے ، اس نے ابوبکر رازی کی کتاب ,,الطب المنصوری ،، کو علم التشریح پر اوّلین مکمل کتاب قرار دیا ہے ۔ اس کتاب کا کئی بار ترجمہ ہوا اور کئی شرحیں لکھی گئیں اس کتاب کے بعد علی بن العبّاس المجوسی کی کتاب ,,کامل الصناعۃ ،، سامنے آتی ہے ۔ اس میں علم التشریح پر سینتیس باب ہیں جن کی پیشکش انتہائی منظم و مرتب ہے ۔ یہ کتاب حسن ترتیب نیز موضوع کے دائرے کی وسعت میں رازی کی کتاب پر فوقیت رکھتی ہے۔ علم التشریح پر علی بن العباس کی اس پیشکش سے قبل ابن سینا کی کتاب ,,القانون ،، میں بھی اس موضوع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر کچھ مواد ملتا ہے سابق کی یہ سب کوششیں وہ بنیاد تصور کی جاتی ھیں جس پر ابن النفیس نے اپنی تحقیقات کو آگے بڑھایا ۔ کیونکہ وہ ,,القانون ،، کی شرح کرتے ہوئے کمال کو پہنچا اور دوران خون صغیر [Lesser Circulation of Blood.] دریافت کر کے اس نے چوٹی تک رسائی حاصل کر لی ۔

وہ سارا قصہ تو یقیناً آپ کے علم میں ہو گا کہ دمشق میں طویل اقامت کے بعد اطالوی عالم Andreas Alpagus ابن النفیس کی شرح کو پاڈوا [Padua] لے گیا اور اس کا لاطینی میں ترجمہ کیا ۔ ھسپانیہ کے Michel Servetus نے اسی ترجمے پر انحصار کیا اور شہرت حاصل کی ۔ اس کی ,,دریافت ،، اسی مواد تک محدود تھی جو اسے ابن النفیس کی کتاب میں ملا ۔ موجودہ صدی کے ربع اول کے اختتام سے لے کر ربع ثالث تک صورت حال یہی رہی ۔

عبداللطیف البغدادی کو لیجئے جس کی وفات ۶۲۹ هجری میں ہوئی اور جس کا زمانہ ابن النفیس سے تقریباً نصف صدی پہلے کا ہے ۔ اس نے قاهره کے نواح میں استخوانی ڈھانچوں پر تحقیق میں شہرت پائی ۔

یہ حقیقت اس پر واضح ہو چکی تھی کہ جالینوس اور دیگر اطبا کا نچلے انسانی جبڑے کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں کہ وہ دو ٹکڑوں سے عبارت ہے ۔ یہ جبڑا ایک هی هڈی پر مشتمل ہے جس میں کوئی جوڑ نہیں ۔ عبداللطیف بغدادی نے وضاحت کی ہے کہ اس نے حقیقت حال کا ثبوت فراهم کرنے کے لئے تقریباً دو هزار کھوپڑیوں کا معائنہ کیا ۔ اسی طرح اس نے یہ ثابت کیا کہ کلائی کی اگلی هڈی ایک هی ٹکڑے سے عبارت ہے اس سے زیادہ نہیں جیسا کہ جالینوس نے خیال ظاهر کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ جو دلائل هم نے اپنے خاص اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذاتی ذرائع سے حاصل کئے ہیں وہ مشہور قدماء کے اقوال پر انحصار کرنے سے زیادہ شرح صدر کا باعث ہیں ۔

فطری سی بات تھی کہ علم التشریح میں مسلمانوں اور عربوں کا مقام ، علم جراحت [Surgery] پر بھی ان کے عبور کی راہ ہموار کرتا ۔ اس شعبے میں بھی یونانی اطباء کی معلومات نیز ان کے ہاں مستعمل آلات کی تفصیل ان تک پہنچی ۔ لیکن مسلمان جرّاح و طبیب اس میدان میں طریق کار ، عملی تجربے ، نیز آلات کی تعداد ، اقسام اور ترقی کے اعتبار سے اپنے اساتذہ پر سبقت لے گئے ۔ ابو القاسم الزہراوی جس کا زمانہ چوتھی صدی ہجری کا ہے اپنے زمانے تک علم جراحت کے بلند ترین مرحلۂ ارتقاء کی نمائندگی کرتا ہے ، اگرچہ عمومی اعتبار سے وہ اس میدان میں مسلمانوں کے نقطۂ عروج کا نمائندہ نہیں تیس ابواب پر مشتمل اس کی کتاب ,,التصریف ،، کا تقریباً نصف حصہ جراحت سے مخصوص تھا ۔ یہ کتاب بارھویں صدی عیسوی میں لاطینی زبان میں ترجمہ ہوئی اور اس کا وہ حصہ جو جراحت سے خاص تھا وسعت پا کر ایک مستقل کتاب کی شکل اختیار کر گیا ۔ اسی لاطینی ترجمے کی بنیاد پر عصر حاضر میں تاریخ طب کے لئے یہ معلوم کرنا ممکن ہو سکا کہ چوتھی صدی ہجری میں مسلمانوں کے ہاں طب کس اعلی سطح تک پہنچ چکی تھی ۔

تاریخ طب نے الزہراوی کی کتاب کے جو امتیازات قرار دیئے ہیں میں انہیں شمار نہیں کرنا چاھتا ۔ صرف یہی کہنے پر اکتفاء کرتا ہوں کہ بعض اہم جراحی عمل جو بعض بڑے ڈاکٹروں سے منسوب کئے جاتے ہیں ، زہراوی کی کتاب میں موجود تھے ۔ مثال کے طور پر ان میں سے ایک ، بڑی نسوں سے خون بہنے کی روک تھام کا عمل ہے جس میں سولھویں صدی کے فرانسیسی جرّاح [Ambroise Parè] نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شہرت پائی۔ اسی طرح فن تولید [Obstetrics]میں وہ طریقہ جو جرمن طبیب Walcher (المتوفی ۱۹۳۵ء) سے منسوب ہے اور ,,وضع والھر،، Walcher Position کہلاتا ہے۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ وہ زخموں کی سلائی کے مختلف طریقوں سے واقف تھا اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ جو طریقہ Freiedrich Trendelenburg (المتوفی ۱۹۲۴ء) کی نسبت سے ,,ٹرنڈلنبرگی،، کہلاتا ہے وہ بھی ابوالقاسم الزّھراوی کے ھاں معروف تھا۔

یورپ کا پہلا نمایاں جرّاح جو یورپ میں زھراوی اور دیگر جرّاحوں کے پیرو کی حیثیت سے سامنے آیا اور وھاں عربی فن جراحت کو فروغ دیا ، Guy de Chauliac ہے جس کی وفات ۱۳۶۳ ع میں ھوئی۔ یہاں میں خود پر لازم سمجھتا ھوں کہ مختصراً جراحت چشم کے میدان میں مسلمان اور عرب اطباء کے مقام کی طرف اشارہ کروں کیونکہ ھمیں اکثر تاریخ طب میں ایک ایسی رائے سے سابقہ پڑتا ہے جو سراسر غلط ہے۔ اور وہ یہ کہ عرب اطباء صرف جراحت چشم میں ترقی یافتہ تھے۔ یہاں غلط ھونے سے میری مراد بحیثیت مجموعی علم الجراحت میں عرب اطباء کے مقام کا اعتراف نہ کرنا ہے۔

جراحت چشم میں عرب اطباء کی مہارت نے جو شہرت پائی اس کا حقیقی سبب اس شعبے کی خوش نصیبی تھی کہ اسے Julius Hirschberg جیسا زبردست عالم میسر آ گیا جس کا شمار طب چشم کے مشہور ترین مورخین میں ھوتا ہے اور جس کو عربی/اسلامی طب کے اس شعبے کا مطالعہ گہرائی اور انصاف کے ساتھ کرنے کی توفیق نصیب ھوئی۔ پھر اس نے اس کا اھل یونان کی معلومات نیز آخری چند صدیوں میں طب کی اس شاخ کی کیفیت سے ٹھوس موازنہ کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Hirschberg نے جو اہم تحقیقات پیش کیں ان کی تفصیل میں جانا یہاں ممکن نہ ہو گا۔ اسی پر اکتفاء کرتا ہوں کہ بعض ایسی معلومات کی طرف اشارہ کرتا چلوں جن تک چوتھی صدی ہجری کے عمّار الموصلی نے رسائی پائی۔ Hirschberg کا کہنا ہے کہ : ,,عمّار کی کتاب میں جو پہلو سب سے زیادہ قابل داد ہے وہ اس کے چھ مختصر بیانات ہیں جو بڑے مکمل اور زندگی سے بھر پور انداز میں دیئے گئے ہیں اور اس کے خاص جراحی تجربوں سے متعلق ہیں۔ یہ بہت بڑی حد تک جدید قاری کی دل چسپی کا باعث بنتے ہیں۔ یونانی ورثے میں ہمیں اس سے مشابہ کوئی شے قطعاً نہیں ملتی۔ بعد کی صدیوں میں ایسے دل نشین بیانات جو کمال اہتمام اور باریکی کے ساتھ عمل جراحی کا بیان فراہم کریں ، انیسویں صدی کی ابتداء سے قبل کہیں نہیں ملتے ،، (۱۸) Hirschberg اس موقع پر ذکر کرتا ہے کہ عمّار الموصلی ہمیں ایسے عمل ہائے حراجی کا بیان فراہم کرتا ہے جو اس نے مختلف علاقوں میں انجام دیئے اور ان علاقوں میں امراض چشم کی کیفیات پر روشنی ڈالتا ہے۔ Hirschberg ، عمّار کے ان کارناموں کا ذکر جغرافیہ کتا راکتیہ (۱۹) (Star — Geographic) مرتّب کرنے کی کوشش کے دوران کرتا ہے۔

,,اہم ترین چیز جو ہمیں عمّار الموصلی کے ہاں ملتی ہے وہ دھات کی بنی ہوئی اُس کی ایک خود ساختہ ، اندر سے خالی ، سوئی کے ذریعے چوس پھینکنے کے طریقے سے موتیا بند کا مکمّل آپریشن ہے۔ اس کی کتاب میں ایک اور اہم بات ، بینائی کو محفوظ رکھتے ہوئے ، قزحیّہ چشم [Iris] کو نکال دینا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل یونان اور عمّار کے عرب پیش رو یہ آپریشن کر چکے تھے لیکن انہوں نے اسے خوبصورتی پیدا کرنے کی غرض سے استعمال کیا تھا ، بینائی کے لئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں " ۔ Hirschberg عمّار کی شخصیت کی مدّاحی میں کہتا ہے کہ ,,وہ ان اطباء میں سے ایک تھا جن کی مثال تاریخ میں بہت کم پیدا ہوتی ہے " ۔

اب تک میری کوشش یہ رہی ہے کہ بعض شعبوں میں ، عالم اسلام کی سنہری تاریخ میں ، علم طب کا جو معیار رہا ہے اس کی چند مثالیں پیش کروں حفظان صحت کے شعبے نیز طب ، ادویہ اور مریضوں کی غذاؤں سے متعلق تصانیف میں عرب اطباء کے ہاں جو معیار ملتا ہے ، اس کی طرف یہاں اشارہ نہیں کیا گیا ۔ تاہم اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ پیش رفت عمومی نوعیت کی تھی اور طب کے تمام شعبوں میں تھی ، یہ مزید عرض کر دوں کہ مسلمانوں کے ہاں علمی پیش رفت صرف طب تک یا علم کی کسی اور شاخ تک محدود بھی نہ تھی بلکہ قانون ارتقائے علوم — یعنی یہ کہ علم کا کسی ایک معیّن شعبے میں ترقی کرنا ممکن نہیں جب تک کہ علوم کے دیگر شعبوں کی ترقی اس کے پہلو بہ پہلو جاری نہ ہو — کے مطابق علوم کے تمام گوشوں پر محیط تھی ۔

یہی وہ علم طب ہے جو بیزنطہ [Byzantium]، اٹلی اور سسلی ، کی راہ سے نیز باہمی انسانی روابط کے ذریعے چوتھی صدی ھجری سے لاطینی دنیا میں پہنچنا شروع ہوا ۔ عربی کتابیں لاطینی دنیا میں ترجموں اور سرقوں کے ذریعے نیز بعض حالات میں مشاہیر اہل یونان سے منسوب ہو کر ، پھیل گئیں ۔ اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں چنانچہ حنین بن اسحاق کی ,,کتاب العین " ، اسحاق بن عمران کی ,,کتاب المالینخولیا " اور ابن الجزار کی ,,کتاب الباہ " وہ کتابیں ہیں جو صدیوں تک یورپ میں جالینوس روفوس اور سکندر طرالیسی [Alexander of Tralles] کی تصانیف کی حیثیت سے متداول رہیں ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریخ کی نیرنگیوں میں سے ایک یہ ہے کہ الجزائر کے ایک عرب تاجر نے طب کی عربی کتب کو لاطینی دنیا میں منتقل کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا ۔ یہ معروف شخص جس کا نام قسطنطین الافریقی تھا ، اس کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا وہ عیسائی تھا یا اپنے راہب دوستوں کی مدد سے ستّر کے قریب طبّی کتابوں کا لاطینی میں ترجمہ کرنے کے بعد عیسائی ہو گیا ۔

یہ وسیلہ گویا طبّ جدید کا سر چشمہ تھا جو اہل یورپ کے لئے پھوٹ پڑا ۔ اس کام کی تکمیل اٹلی کی ایک خانقاہ میں ہوئی جہاں بہت سی کتابوں کو جو عرب اطباء کی تالیف تھیں اہل یونان سے یا خود قسطنطین سے منسوب کر دیا گیا ۔

یہاں یہ بات سامنے آتی ہے کہ تاریخ طب کا یہ مرحلہ شاید سب مراحل سے بڑھ کر تصحیح کا محتاج ہے ۔ یعنی یہ کہ طب کا جو مرحلہ ، مرحلۂ احیاء کہلاتا ہے وہ عربی و اسلامی علوم سے اخذ و اکتساب کے عمل کو یونانی کتبَ کا ترجمہ قرار دینے کے علاوہ بہت سے تاریخی حقائق سے انکار اور چشم پوشی کا بھی مرتکب ہوتا ہے ۔

اسی غلط تاریخ نویسی کی ایک مثال یہ ہے کہ مؤرخین طب تیرھویں یا چودھویں صدی عیسوی کی بعض شخصیات کو یورپ میں طب جدید کے اوّلین علمبردار خیال کرنے کے عادی ہو چکے ہیں حالانکہ درحقیقت یہ لوگ اپنے عرب پیش روؤں کے مقابلے میں کوئی بھی نئی چیز پیش کرنے سے قاصر رہے ۔ انہوں نے جو کچھ کیا وہ بس اتنا تھا کہ موٹی موٹی نئی کتابیں تالیف کر دیں جن کا مواد انہوں نے عربی کتابوں کے ترجموں سے نکالا تھا ۔

مستشرقین میں سے بعض محقّقین نے اس حقیقت کا بیان ایک اصولی قدم کے طور پر کر دیا ہے ۔ اب لازم ہے کہ عربی/ اسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تہذیب سے نسبت رکھنے والے اس سلسلے میں اپنا فرض ادا کریں ۔ تاہم یہ کام ایک بلند علمی اور معروضی سطح پر انجام دیا جانا چاہئے جو تعصّب اور سرسری پن سے پاک ہو ۔

حواشی

۱ ۔ EDITH HEISCHKEL, Die Geschichte der Medizingeschichtsschreibung, in: W. ARTELT, Einführung in die Medizinhistorik, Stuttgart 1949, 205.

۲ ۔ کتاب السموم لجابر بن حیان ، ۱۹۵۸ء فیسبادن ، ۷۷/أ ۔ ۷۷/ب ۔

۳ H. SCHIPPERGES, Die arabische Medizin als Praxis und als Theorie, in: Sudhoffs Archiv 43/1953/ 317-328.

۴ ۔ مراجع کے لئے دیکھیئے :
F. SEZGIN, Geschichte des arabischen Schrifttums III, Leiden 1970, 214-215.

۵ ۔ جابر بن حیان : کتاب البحث ، نسخہ جار اللہ ، ۹۷/ب ۔

٦ P. KRAUS, Jabir b. Hayyan, Cairo 1943, II, 326-330.

۷ S. PINES, Razi critique de Galien, in: Actes du 7e Congres International d'Histoire des Sciences, Paris 1954, 480-487.

۸ - "Paul of Aegina" مراد ہے (مترجم)

۹ ۔ یعنی مسلمانوں/عربوں کے ہاں (مترجم)

۱۰ F. SEZGIN, Geschichte des arabischen Schrifttums, III, Leiden 1970, 277.

۱۱ ۔ اصل عبارت یوں ہے ,,وکان الرازی یعرف الحُمّی الفحمیة المعدیة : الحمّی الفارسیة و عرف الدود المدنی الذی تسلط علی نسج الأدمة الدّاخلیّة تعریفا کاملا ،، ۔ خاصی کوشش کے باوجود اس کا مفہوم واضح نہیں ہو سکا ,,الحُمّی الفحمیة ،، سے مراد غالباً Anthrax ہے (مترجم)

۱۲ ۔ غالباً Diaphragm مراد ہے (مترجم)

۱۳ ۔ اصل خطبے میں جرمن اصطلاح "Herzbeutelentzündung" دی گئی ہے (مترجم)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

١٤۔ G. COLIN, Avenzoar, sa Vie et ses Œuvres, Paris 1911 (Bull. de corr. afr. 44).
نیز اس کا مقالہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (بزبان المانوی) میں ج ۲ ، ص ۹۵۸ ، اور ابن زہر پر R. Arnaldez کا مقالہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (بزبان انگریزی) میں ج ۳ ، ۹۷۸

١٥۔ اسے M.MULLER نے Sitzungsberichte der königlich-bayerischen Akademie der Wissenschaften, München. 2/1863/1-34.
میں شائع کیا۔

١٦۔ مرجع سابق ، ص ٦
وہ مزید کہتا ہے :
جو شخص چھوت کے دعوے کا اس بنیاد پر انکار کرتا ہے کہ مریضوں سے رابطہ رکھنے والے بہت سے لوگ باوجود یکہ بہت سے مریضوں سے ان کا قرب اور مستقل ساتھ رہا ، بچ گئے ، جبکہ کچھ اور لوگ جن کا مطلق رابطہ نہ تھا یا بہت کم رابطہ رہا ، ہلاک ہو گئے اس کا جواب یہ ہے کہ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ قدرت الٰہی کے تحت سلامتی یا ہلاکت کا سبب [مرض کی] استعداد کا ہونا یا نہ ہونا ہے۔ چنانچہ لوگ اس سمّیت کی آگ کے قرب میں اُن بتّیوں کے مانند ہوتے ہیں جو سرکنڈوں میں جلتی ہوئی آگ کے قریب لائی جاتی ہیں ۔ جس بتی کا جلنے تپنے اور دھواں دینے سے تازہ تعلق ہوتا ہے اسے فی الفور آگ لگ جاتی ہے اور یہ اس شخص کی مثال ہے جس میں استعداد مرض وافر ہے۔ جو بتّی خشک ہوتی ہے اور آگ سے اس کا ماضی قریب میں تعلق نہیں رہا ہوتا وہ پہلی بتّی کی نسبت زیادہ وقت میں اثر قبول کر کے آگ پکڑتی ہے ، یہ اس شخص کی مثال ہے جس کے ہاں استعداد مرض کا آغاز ہو چکا ہے۔ اور جو بتّی گیلی اور پانی کا اثر لئے ہوئے ہوتی ہے وہ بہت دیر میں جلتی ہے ... "

١٧ P. DIEPGEN, Die Bedeutung des Mittelalters, in: Essays on the History of Medizine, London 1924, 108-112.

١٨۔ دیکھئے :
SEZGIN, Geschichte des arabischen Schrifttums III, 331.

١٩۔ ایضاً ، ص ۳۳۰

●●●

© rasailojaraid.com